

ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات و ارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۚ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۗ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 185)

گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفل نیک کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے کہ اے میرے رب! میں نے بندے کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات کو نیند سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔

اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے
بیار عشق ہوں ترا دے تو شفا مجھے

سامعین کرام! ہمیں! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کے مسائل کو سنتے ہیں۔

کن لوگوں پر روزہ رکھنا فرض ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ان ایام میں ہم پر بعض ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں یعنی پو پھٹنے سے لے کر تمام وہ عاقل بالغ جو بیمار نہ ہوں، بچے کمزور اور بوڑھے نہ ہوں یا پھر حائضہ، حاملہ یا دودھ پلانے والی عورتیں جو گو بیمار نہ ہوں لیکن روزہ کو برداشت نہ کر سکتی ہوں عام طور پر اکثر عورتوں کو حمل یا دودھ پلانے کی حالت میں غیر معمولی تکلیف کا امکان ہوتا ہے یا پھر مسافر کے سوا باقی سب کے لئے غروب آفتاب تک روزہ رکھنا فرض ہے۔“

(فرمودات مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 160-161)

بغیر سحری کھائے روزہ رکھنا

حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ سحری کے وقت ایک شخص کی آنکھ نہیں کھلی اس روز اس نے روزہ باعث سحری نہ کھانے کے نہیں رکھا۔ اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

حضورؐ نے ارشاد فرمایا: اگر آٹھ پہر روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس کے عوض رمضان کے بعد رکھ لیوے۔

(فرمودات مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 170-171)

روزہ رکھنے کی عمر

”میں نے دیکھا ہے عام طور پر لوگ ایک پہلو کی طرف لگ جاتے ہیں کئی ہیں جو نمازوں میں سست ہیں اور باقاعدہ وقت پر نمازیں ادا نہیں کرتے۔ کئی جو نماز تو پڑھتے ہیں لیکن باجماعت نماز نہیں پڑھتے یا کم از کم باجماعت نماز ادا کرنے کا ان کو خیال نہیں ہوتا۔ لیکن روزوں کے ایام میں وہ روزوں کی ایسی پابندی کریں گے کہ خواہ ڈاکٹر بھی ان کو کہہ دے کہ تمہارے حق میں روزہ اچھا نہیں اور تم خطرے میں پڑ جاؤ گے تب بھی روزہ ترک نہیں کریں گے حتیٰ کہ بیماری میں روزہ رکھیں گے۔“

روزہ رکھنے کی عمر:

پھر کئی ہیں جو چھوٹے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے ہیں حالانکہ ہر ایک فرض اور حکم کے لئے الگ الگ حدیں اور الگ الگ وقت ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک بعض احکام کا زمانہ چار سال کی عمر سے شروع ہو جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا زمانہ سات سال سے بارہ سال تک ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا زمانہ پندرہ یا اٹھارہ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ میرے نزدیک روزوں کا حکم پندرہ سال سے اٹھارہ سال تک کی عمر کے بچے پر عائد ہوتا ہے اور یہی بلوغت کی حد ہے۔

بچوں کو روزہ رکھانا:

میرے نزدیک اس سے پہلے بچوں سے روزے رکھوانا ان کی صحت پر بہت بُرا اثر ڈالتا ہے کیونکہ وہ زمانہ ان کے لئے ایسا ہوتا ہے جس میں وہ طاقت اور قوت حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ پس اس زمانہ میں کہ وہ طاقت اور قوت کے ذخیرہ کو جمع کر رہے ہوتے ہیں اس وقت ان کی طاقت کو دبا نا اور بڑھنے نہ دینا ان کے لئے سخت مضر ہے۔ بارہ سال کی کم عمر کے بچے سے روزہ رکھوانا تو میرے نزدیک ایک جرم ہے اور بارہ سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچے کو اگر کوئی روزہ رکھواتا ہے تو غلطی کرتا ہے۔ پندرہ سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں روزے فرض سمجھنے چاہئیں۔

مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے تھے ہمیں بھی روزہ رکھنے کا شوق ہوتا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں روزہ نہیں رکھنے دیتے تھے اور بجائے اس کے کہ ہمیں روزہ رکھنے کے متعلق کسی قسم کی تحریک کرنا پسند کریں ہمیشہ ہم پر روزہ کا رعب ڈالتے تھے۔

تو بچوں کی صحت کو قائم رکھنے اور ان کی قوت بڑھانے کے لئے روزہ رکھنے سے انہیں روکنا چاہئے۔ اس کے بعد جب ان پر وہ زمانہ آجائے جب وہ اپنی قوت کو پہنچ جائیں جو پندرہ سال کی عمر کا زمانہ ہے تو پھر ان سے روزے رکھوائے جائیں اور وہ بھی آہستگی کے ساتھ۔ پہلے سال جتنے رکھیں دوسرے سال اس سے کچھ زیادہ اور تیسرے سال اس سے زیادہ رکھوائے جائیں۔ اس طرح بتدریج اس وقت ان کو روزہ کا عادی بنایا جائے۔

روزہ نہ رکھنے والے:

اس کے مقابل میں میرے نزدیک ایسے لوگ بھی ہیں جو روزہ کو بالکل معمولی حکم تصور کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی وجہ کی بناء پر روزہ ترک کر دیتے ہیں بلکہ اس خیال سے بھی کہ ہم بیمار ہو جائیں گے روزہ چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ کوئی عذر نہیں کہ آدمی خیال کرے میں بیمار ہو جاؤں گا۔ میں نے تو آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو یہ کہہ سکے کہ میں بیمار نہیں ہوں گا۔ پس بیماری کا خیال روزے ترک کرنے کی جائز وجہ نہیں ہو سکتا۔ پھر بعض اس عذر پر روزہ نہیں رکھتے کہ انہیں بہت بھوک لگتی ہے حالانکہ کون نہیں جانتا کہ روزہ رکھنے سے بھوک لگتی ہے جو روزہ رکھے گا اس کو ضرور بھوک لگے گی۔ روزہ تو ہوتا ہی اس لئے ہے کہ بھوک لگے اور انسان اس بھوک کو برداشت کرے۔ جب روزہ کی یہ غرض ہے تو پھر بھوک کا سوال کیا۔

پھر کئی ہیں جو ضعف ہو جانے کے خیال سے روزہ نہیں رکھتے۔ حالانکہ کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جس کو روزہ رکھنے سے ضعف نہ ہوتا ہو۔ جب وہ کھانا پینا چھوڑ دے گا تو ضرور ضعف بھی ہو گا اور ایسا آدمی کوئی نہیں ملے گا جو روزہ رکھے اور ضعف نہ ہو۔

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 162-164)

”جن بچوں کے سینے چھوٹے اور کمزور ہوں ان کو روزوں پر مجبور کرنا بلکہ ان کو روزے رکھنے دینا بھی درست نہیں۔ ہاں پندرہ سال کی عمر سے ان کو عادت ڈلوانی اور مشق کروانی چاہئے خواہ ان کے قومی شہوانی بارہ برس کی عمر سے ہی بلوغت کو پہنچ گئے ہوں۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 164-165)

بچوں کے روزہ کے متعلق حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

”جب بچے کی ضروری قوتیں نشوونما پا چکی ہوں تو ہر سال کچھ نہ کچھ روزے رکھوانے چاہئیں تاکہ عادت ہو جائے مثلاً پہلے پہل ایک دن روزہ رکھو یا پھر دو تین چھوڑ دیے۔ پھر دوسری دفعہ رکھو یا۔ ایک چھڑو یا میرے نزدیک بعض بچے تو پندرہ سال کی عمر میں اس حد کو پہنچ جاتے ہیں کہ روزہ ان کے لئے فرض ہو جاتا ہے۔ بعض سولہ سے انیس اور حد بیس سال تک اس حالت کو پہنچتے ہیں۔ اس وقت روزہ رکھنا ضروری ہے پس یاد رکھو روزہ فرض ہونے کی حالت میں بلاوجہ روزہ نہ رکھنا اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔“

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 118)

حضرت مصلح موعودؑ نے پہلا روزہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں رکھا چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں:

”مجھے جہاں تک یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ تیرہ سال کی عمر میں دی تھی۔ مجھے پہلے سال صرف ایک روزہ رکھنے کی اجازت دی تھی۔“

(الفضل 19 نومبر 1940ء)

مریض روزہ نہ رکھے۔ فدیہ روزہ

”رمضان کے لئے یہ شرط ہے کہ اگر انسان مریض ہو خواہ وہ مرض لاحق ہو یا ایسی حالت میں ہو جس میں روزہ رکھنا یقیناً مریض بنادے گا۔ جیسے حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت یا ایسا بوڑھا شخص جس کے قوی میں انحطاط شروع ہو چکا ہے یا پھر اتنا چھوٹا بچہ جس کے قوی نشوونما پا رہے ہیں تو اسے روزہ نہیں رکھنا چاہئے اور ایسے شخص کو اگر آسودگی حاصل ہو تو ایک آدمی کا کھانا کسی کو دے دینا چاہئے اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو نہ سہی ایسے شخص کی نیت ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے روزہ کے برابر ہے۔ اگر روک عارضی ہو اور بعد میں وہ دور ہو جائے تو خواہ فدیہ دیا ہو یا نہ دیا ہو روزہ بہر حال رکھنا ہو گا۔“

فدیہ دے دینے سے روزہ اپنی ذات میں ساقط نہیں ہوتا بلکہ یہ تو محض اس بات کا بدلہ ہے کہ ان دنوں میں باقی مسلمان کے ساتھ مل کر اس عبادت کو ادا نہیں کر سکتا۔ یا اس بات کا شکرانہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عبادت کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ کیونکہ روزہ رکھ کر بھی فدیہ دینا مسنون ہے اور نہ رکھ کر بھی۔

روزہ رکھ کر جو فدیہ دیتا ہے وہ زیادہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ روزہ رکھنے کی توفیق پانے پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور جو روزہ رکھنے سے معذور ہو وہ اپنے اس عذر کی وجہ سے دیتا ہے آگے یہ عذر دو قسم کے ہوتے ہیں عارضی اور مستقل۔ ان دونوں حالتوں میں فدیہ دینا بھی چاہئے۔ پھر جب عذر دور ہو جائے تو روزہ بھی رکھنا چاہئے۔ غرضیکہ خواہ کوئی فدیہ بھی دے دے لیکن سال دو سال، تین سال بعد جب بھی صحت اجازت دے اسے پھر روزہ رکھنا ہو گا۔ سوائے اس صورت کے کہ پہلے مرض عارضی تھا اور صحت ہونے کے بعد وہ ارادہ ہی کرتا رہا کہ آج رکھتا ہوں، کل رکھتا ہوں کہ اس دوران میں اس کی صحت پھر مستقل طور پر خراب ہو جائے۔ باقی جو بھی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے ایام میں روزے رکھے۔“

(فرمودات مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 161-162)

نزله میں روزہ

”میرے نزدیک نزله خواہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو ایسی بیماری ہے جس کا روزہ سے تعلق ہے اور ایسے لوگوں کے لئے جنہیں نزله ہوتا ہے روزے رکھنے بہت مُضر اور بڑے نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔“

نزله کے نتیجے میں انسان کو پیاس زیادہ لگتی ہے۔ اب روزے کے ساتھ جب وہ پیاس کو دبائے گا تو وہ اور بھی زیادہ بڑھے گی اور یہ نزله کے لئے بہت مُضر ہے۔ پس بسا اوقات بعض بیماریاں دیکھنے میں تو معمولی ہوں گی لیکن روزے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ان کا نقصان بہت بڑا ہو گا۔ اس لئے ایسی بیماری میں روزہ نہ رکھنا چاہئے۔“

(الفضل 11 اپریل 1935ء)

امتحان دینے والے، مرضعہ، حاملہ اور بچے روزہ نہ رکھیں

قرآن کریم میں صرف بیمار اور مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز قرار دیا ہے۔ دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ کے لئے کوئی ایسا حکم نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیمار کی حد میں رکھا ہے۔ اسی طرح وہ بچے بھی بیمار کی حد میں ہیں جن کے اجسام ابھی نشوونما پا رہے ہیں خصوصاً وہ جو امتحان کی تیاری میں مصروف ہوں۔ ان

دنوں ان کے دماغ پر اس قدر بوجھ ہوتا ہے کہ بعض پاگل ہو جاتے ہیں۔ کئی ایک کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ پس اس کا کیا فائدہ ہے کہ ایک بار روزہ رکھ لیا اور پھر ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔“

(الفضل 1930ء-1931ء- نمبر 88-جلد 18)

”بیماروں کے لئے روزہ معاف ہے۔ یا عورت دودھ پلاتی ہو اور روزہ سے اس کے دودھ کو نقصان ہوتا ہو تو شریعت نے اس کے لئے آسانی رکھی ہے۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 166-167)

کن بیماریوں میں روزہ رکھا جاسکتا ہے؟

فرمایا:

”بعض بیماریاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں انسان سارے کام کر لیتا ہے مثلاً پرانی بیماریاں ہیں ان میں انسان سب کام کرتا رہتا ہے۔ ایسا بیمار، بیمار نہیں سمجھا جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک دفعہ یہ فتویٰ پوچھا گیا کہ کیا اس ملازم کا سفر، سفر شمار کیا جائے گا جو ملازم ہونے کی وجہ سے سفر کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا سفر، سفر نہیں گنا جاسکتا۔ اس کا سفر تو اس کی ملازمت کا حصہ ہے۔ اسی طرح بعض ایسی بیماریاں ہوتی ہیں جن میں انسان سارے کام کرتا رہتا ہے۔“

فوجیوں میں بھی ایسے ہوتے ہیں جو ان بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں مگر وہ سارے کام کرتے رہتے ہیں۔ چند دن پیش ہو جاتی ہے لیکن اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لئے کام کرنا چھوڑ نہیں دیتے۔ پس اگر دوسرے کاموں کے لئے وقت نکل آتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسا مریض روزے نہ رکھ سکے؟ اس قسم کے بہانے محض اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل روزہ رکھنے کے خلاف ہوتے ہیں۔ بے شک یہ قرآنی حکم ہے کہ سفر کی حالت میں اور اسی طرح بیماری کی حالت میں روزے نہیں رکھنے چاہئیں اور ہم اس پر زور دیتے ہیں تا قرآنی حکم کی ہتک نہ ہو مگر اس بہانہ سے فائدہ اٹھا کر جو لوگ روزہ رکھ سکتے ہیں اور پھر وہ روزہ نہیں رکھتے یا ان سے کچھ روزے رہ گئے ہوں اور وہ کوشش کرتے تو انہیں پورا کر سکتے تھے لیکن وہ ان کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو وہ ایسے ہی گنہگار ہیں جس طرح وہ شخص گنہگار ہے جو بلا عذر رمضان کے روزے نہیں رکھتا۔ اس لئے ہر احمدی کو چاہئے کہ جتنے روزے اس نے کسی غفلت یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے نہیں رکھے وہ انہیں بعد میں پورا کرے یا اگر اس کے کچھ روزے غفلت یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے پانچ چھ سال سے رہ گئے ہوں تو وہ انہیں بھی پورا کرے تا عذاب سے بچ جائے۔“

یہ کوئی بڑی قربانی نہیں بلوغت کے زمانہ کے بعد کے جتنے روزے رہ گئے ہوں وہ بڑھاپے سے پہلے پہلے پورے کرنے چاہئیں محض اس قرضہ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ پچھلے روزے معاف ہو جاتے ہیں۔

اگر بیماری کی سہولت سے فائدہ اٹھایا تھا تو اسے چاہئے کہ اپنے چھوٹے ہوئے روزے پورے کرے۔ سارا سال ہی اس کی یہ حالت نہیں رہتی کہ وہ روزے نہ رکھ سکے۔ کوئی نہ کوئی زمانہ ایسا آتا ہے جب انسان روزے رکھ سکتا ہے اگر وہ گرمیوں میں روزے نہیں رکھ سکتا تو سردیوں میں رکھ لے۔

بعض فقہاء کا یہ خیال ہے کہ پچھلے سال کے چھوٹے ہوئے روزے دوسرے سال نہیں رکھ سکتے لیکن میرے نزدیک اگر کوئی لاعلمی کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکا تو لاعلمی معاف ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر اس نے دیدہ دانستہ روزے نہیں رکھے تو پھر اس پر قضا نہیں۔ لیکن اگر بھول کر روزے نہیں رکھے یا اجتہادی غلطی کی بناء پر اس نے روزے نہیں رکھے تو میرے نزدیک وہ دوبارہ رکھ سکتا ہے۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 167-168)

روزہ کس حالت میں چھوڑا جاسکتا ہے

فرمایا:

”روزہ ایسی حالت میں ہی ترک کیا جاسکتا ہے کہ آدمی بیمار ہو اور وہ بیماری بھی اس قسم کی ہو کہ اس میں روزہ رکھنا مضر ہو کیونکہ شریعت کے احکام بیماری کی نوعیت کے لحاظ سے ہوتے ہیں مثلاً ایک بیمار کے لئے اجازت ہے کہ وہ تیمم کرے لیکن کسی کی بیماری اس قسم کی ہو کہ وضو کرے تو اسے فائدہ ہوتا ہو۔“

تو باوجود بیمار ہونے کے اس کے لئے تیمم جائز نہیں ہو گا۔ اسی طرح وہ بیماری کہ جس پر روزہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا اس کی وجہ سے روزہ ترک کرنا جائز نہیں ہو گا۔

بیماری سے مراد وہی بیماری ہوگی جس کا روزہ سے تعلق بھی ہو اور ایسی حالت میں خواہ بیماری کتنی خفیف کیوں نہ ہو اس میں مبتلا روزہ ترک کر سکتا ہے کیونکہ جب روزہ کا مضر اثر اس بیماری پر پڑتا ہے تو وہ بڑھ جائے گی۔“

پس جس مرض پر کہ روزے کا بد اثر پڑتا ہو خواہ وہ نزلہ ہی ہو ایسے مرض میں خواہ وہ خفیف ہی ہو روزہ رکھنا جائز نہیں اور اگر کوئی روزہ رکھے تو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے بدلے اس کو پھر روزہ رکھنا پڑے گا۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 168-169)

مسافر اور مریض روزہ نہ رکھیں

”مسافر اور بیمار کے لئے روزہ رکھنا ایسا ہی بے ہودہ ہے جیسا حائضہ کے لئے روزہ رکھنا اور کون نہیں جانتا کہ حائضہ کا روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں بلکہ بے وقوفی اور جہالت ہے اور بعض تو شاید اس بات پر ناراض ہی ہو جائیں کہ دین کا استخفاف کیا جا رہا ہے۔ بعینہ یہی حال بیمار اور مسافر کا ہے۔ اس کے لئے بھی روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ اسی طرح بوڑھا جس کے قویٰ مضعل ہو چکے ہیں اور روزہ اسے زندگی کے باقی اشغال سے محروم کر دیتا ہے اس کے لئے بھی روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ پھر وہ بچہ جس کے قویٰ نشوونما پارہے ہیں اور آئندہ پچاس ساٹھ سال کے لئے طاقت کا ذخیرہ جمع کر رہے ہیں اس کے لئے بھی روزہ رکھنا نیکی نہیں ہو سکتا۔ مگر جس میں طاقت ہے اور جو رمضان کا مخاطب ہے وہ اگر روزہ نہیں رکھتا تو گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔“

(الفضل 2 فروری 1933ء)

ماہ رمضان کی فضیلت مسافر کون؟

”یہ زمانہ روحانی ترقیات کا ہے اور روحانی ترقیات میں روزے ضروری ہیں اس لئے ان کو مت چھوڑو۔ دعاؤں کے ذریعہ قرب تلاش کرو۔ ہاں جو بیمار ہیں جن کو عرف میں بیمار کہتے ہیں اور جو سفر میں ہوں ان کے لئے بھی روزے معاف نہیں۔ وہ دوسرے ایام میں رکھیں۔ اگر تندرست سے تندرست شخص بھی طیب کے پاس جائے تو وہ کوئی نہ کوئی مرض تلاش کر کے بتائے گا۔ ایسا مرض نہیں بلکہ عرف میں جس کو مرض کہتے ہیں وہ مرض ہوتا ہے اور اسی طرح سفر بھی وہ جو اتفاقی طور پر پیش آئے۔ لیکن جو شخص تاجر ہے یا جو غلام ہے اور اس کا کام ہے کہ وہ دورہ کرے یہ سفر نہیں۔“

سفر اتفاقی سفر کو کہتے ہیں جس کو مستقل سفر پیش رہے وہ مسافر نہیں جیسے پھیری والا۔ زمیندار کہتے ہیں کہ ہمیں کام سخت کرنا پڑتا ہے ہم نہیں روزہ رکھ سکتے سوان کو معلوم ہو کہ ان کا جو کام ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے لئے جسمانی تکلیف کم ہو گئی ہے۔ اس سخت کام کے باعث ان کے پٹھوں کی حس کم ہو گئی ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ ایک دماغی کام کرنے والا اگر آپریشن کرائے تو اس کے لئے کلوروفارم کی ضرورت ہوتی ہے اور زمیندار کہہ دیتا ہے کہ کلوروفارم کی ضرورت نہیں۔ وجہ یہ کہ دماغی کام کرنے والے کی حس تیز ہے اور اس کی کمزور۔ پس دماغی کام کرنے والے جو ہیں وہ اس محنت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے دھوپ سے بچ کر کام کرتے ہیں اور زمینداروں کو جسمانی کام کرنا پڑتا ہے اس لئے اگر وہ روزہ رکھیں تو ان کی سختی پسند حالت کے باعث ان کے لئے کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ پڑھنے والا پڑھ کر کمزور ہو گیا ہے اور زمیندار کو مضبوط بنایا گیا ہے اس لئے اس قدرت کے سامان کے ماتحت زمینداروں کے لئے روزہ کچھ مشکل نہیں۔“

(خطبہ جمعہ 11 جون 1920ء)

فرمایا:

”سوال پیش کیا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روزہ کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔ ادھر الفضل میں میرا اعلان شائع کیا گیا ہے کہ احمدی احباب جو جلسہ سالانہ پر آئیں وہ یہاں آکر روزے رکھ سکتے ہیں مگر جو نہ رکھیں اور بعد میں رکھیں ان پر کوئی اعتراض نہیں۔“

اس کے متعلق اول تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا کوئی فتویٰ الفضل میں شائع نہیں ہوا ہاں ایک فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا میری روایت سے چھپا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ زمانہ خلافت کے پہلے ایام میں میں سفر میں روزہ رکھنے سے منع کیا کرتا تھا کیونکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا تھا کہ آپ مسافر کو روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ مرزا یعقوب بیگ صاحب رمضان میں آئے اور انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا لیکن عصر کے وقت جبکہ وہ آئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کہہ کر روزہ کھلا دیا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے۔ اس پر اتنی لمبی بحث اور گفتگو ہوئی کہ حضرت خلیفہ اول نے سمجھا کہ شاید کسی کو ٹھوکر لگ جائے اس لئے آپ ابن عربی کا ایک حوالہ دوسرے دن تلاش کر کے لائے کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔

اس واقعہ کا مجھ پر یہ اثر تھا کہ میں سفر میں روزہ رکھنے سے روکتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک رمضان مولوی عبداللہ صاحب سنوری یہاں رمضان گزارنے کے لئے آئے تو انہوں نے کہا۔ میں نے سنا ہے آپ باہر سے یہاں آنے والوں کو روزہ رکھنے سے منع کرتے ہیں مگر میری روایت ہے کہ یہاں ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے یہاں ٹھہرنا ہے اس دوران میں روزے رکھوں یا نہ رکھوں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں آپ روزے رکھ سکتے ہیں کیونکہ قادیان احمدیوں کے لئے وطن ثانی ہے۔ گو مولوی عبداللہ صاحب مرحوم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے مقرب تھے مگر میں نے صرف ان کی روایت کو قبول نہ کیا اور لوگوں کی اس بارے میں شہادت کی تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان کی رہائش کے ایام میں روزہ رکھنے کی اجازت دیتے تھے۔ البتہ آنے اور جانے کے دن روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اس وجہ سے مجھے پہلا خیال بدلنا پڑا۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 156-158)

سفر اور روزہ

فرمایا:

”بیمار اگر کہتا ہے کہ میں روزہ رکھ سکتا ہوں اور رکھتا ہے تو بُرا کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص سفر کرتا ہے اور روزہ رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعام کر رہا ہے۔ سفر کے متعلق میرا عقیدہ اور خیال یہی ہے ممکن ہے بعض فقہاء کو اس سے اختلاف ہو کہ جو سفر سحری کے بعد شروع ہو کر شام کو ختم ہو جائے وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔ سفر میں روزہ رکھنے سے شریعت روکتی ہے مگر روزہ میں سفر کرنے سے نہیں روکتی۔ پس جو سفر روزہ رکھنے کے بعد شروع ہو کر افطاری سے پہلے ختم ہو جائے وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔ روزہ میں سفر ہے سفر میں روزہ نہیں۔“

(الفضل 25/ ستمبر 1942ء)

سامعین! حضورؐ سے کچھ لوگوں نے بیماری اور سفر میں روزے کی بابت کچھ سوالات کیے جن کے جواب حضورؐ نے کچھ اس طرح ارشاد فرمائے۔
محمد الدین صاحب دیہاتی چٹھی رساں نے روزہ کے متعلق پوچھا کہ میں بوجہ سفر روزہ نہیں رکھ سکتا۔
فرمایا: جن کی ملازمت سفر کی ہو ان کو روزہ معاف نہیں ہو سکتا۔ اگر بیمار ہو جائے تو اور بات ہے۔

(الفضل 15/ جولائی 1915ء)

ایک صاحب نے لکھا کہ مجھے صبح سات بجے سے شام کے چار بجے تک پہاڑوں پر دورہ کرنا پڑتا ہے اور بہت تکلیف ہوتی ہے اس لئے ماہ رمضان میں کوئی روزہ نہیں رکھ سکتا۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے کیا ملازمت چھوڑ دوں؟
حضور نے لکھوایا کہ روزہ رکھنا چاہئے۔ اب اتنے دنوں زیادہ خرچ برداشت کر کے سواری کا کوئی انتظام کر لیں۔ روزہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔

(الفضل 22/ مئی 1922ء)

سوال کیا گیا کہ کیا ذیابیطس کا مریض روزہ رکھ سکتا ہے؟

فرمایا: بیماری میں روزہ جائز نہیں اور ذیابیطس کے لئے تو بہت ہی مضر ہے۔

(الفضل 15/ جولائی 1915ء)

سوال کیا کہ گزشتہ سال روزے رکھنے کے نتیجے میں مجھے کچھ حرارت رہنے کی تکلیف ہو گئی تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے روزے کی خشکی کی وجہ قرار دیا کہ جگر کو گرمی پہنچی ہے۔ گرمیوں میں تکلیف زیادہ ہو گئی۔ اگرچہ اب بھی پیشاب زردی مائل آتا ہے۔ آنکھوں میں جلن کی سی کیفیت رہتی ہے ان حالات میں کیا اس دفعہ روزے رکھوں یا نہ رکھوں؟

فرمایا: نہ رکھیں اور فدیہ دے دیں۔

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 165-166)

سامعین! حضرت مصلح موعودؑ سورۃ البقرہ کی آیت 184 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ أَوْ فَعِدَّةً مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ“ کے الفاظ صاف طور پر بتاتے ہیں کہ یہ روزے جن کا حکم دیا جا رہا ہے نفلی نہیں بلکہ واجب؟ وہ واجب ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر کوئی بیمار یا مسافر ہو تو اسے بہر حال بعد میں اس تعداد کو پورا کرنا ہو گا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب رمضان کے دنوں میں بیمار تھا یا سفر پر گیا ہوا تھا تو اب رمضان کے بعد میں کیوں روزے رکھوں۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ فِي رَمَضَانَ الْمُبَارَكِ کے روزوں کا ذکر نہیں بلکہ صرف عام طور پر روزے رکھنے کا ذکر ہے وہ غلطی پر ہیں۔ اگر ان کی یہ بات صحیح ہو تو فَعِدَّةً مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کا کوئی مطلب ہی نہیں رہتا۔ اول تو أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صرف ایسے ہی روزوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کے لئے شریعت کی طرف سے بعض ایام مقرر ہیں۔ دوسرے آیامِ اٰخِر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایام کسی خاص مہینہ سے متعلق ہیں۔ پس کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ سے عام نفلی روزے مراد لینا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔“

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 178)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کو صحیح رنگ میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)

